

اسلامی تصورِ شفاء اور جدید نظام ہائے علاج کا تقابلی مطالعہ (ہومیوپیتھی، الیکٹروپیتھی اور ایلوپیتھی کے تناظر میں)

A Comparative Study of the Islamic Concept of Healing and Modern Systems of Medicine (In the Context of Homeopathy, Electropathy, and Allopathy)

Hafiz Bilal Ahmad

PhD Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur

Dr. Abdul Ghaffar

Professor, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur

Abstract

This research paper explores a comparative analysis of the Islamic concept of healing and modern systems of medicine, particularly Homeopathy, Electropathy, and Allopathy. The study examines how each system understands the nature of disease, the source of healing, and the ethical foundations of medical practice. In Islam, healing (Shifā') is viewed as a divine blessing, integrating the physical, spiritual, and moral dimensions of human well-being, as emphasized in the Qur'an and Sunnah. Conversely, modern medical systems approach healing through scientific, biological, and energetic frameworks: Homeopathy operates on the principle of "like cures like," Electropathy focuses on balancing the body's bioelectric forces, and Allopathy relies on pharmacological and surgical interventions supported by empirical evidence. By comparing these paradigms, the study highlights that the Islamic philosophy of healing provides a holistic, God-centered, and ethically grounded framework that complements modern therapeutic systems. The integration of spiritual consciousness with scientific medicine offers a balanced model for achieving both physical health and spiritual harmony.

Keywords: Islamic concept of healing, Homeopathy, Electropathy, Allopathy, comparative study

تمہید

آج کے دور میں جب طبی علوم حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہے ہیں، انسان کی صحت، علاج اور شفاء کے تصورات نے بھی نئے جہتیں اختیار کر لی ہیں۔ ایک طرف جدید نظام ہائے طب — ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور الیکٹروپیتھی — سائنسی تجربات، مشاہدات اور عقلی استدلال کی بنیاد پر انسانی جسم کے امراض کا علاج پیش کرتے ہیں، تو دوسری طرف اسلام انسان کی صحت کو محض جسمانی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی توازن کا مظہر قرار دیتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے صحت، شفاء اور بیماری محض جسمانی کیفیتیں نہیں بلکہ روح، اخلاق اور ایمان سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ قرآن کریم میں شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے: “وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ” — ”یعنی شفاء کا حقیقی منبع اللہ ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جہاں روحانی امراض کے علاج کی ہدایت فرمائی، وہیں جسمانی امراض کے علاج کا بھی حکم دیا اور تداوی کو تقدیر کے منافی قرار نہیں دیا۔ زیر نظر مقالہ اسی تناظر میں ایک تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں اسلامی تصورِ شفاء کو جدید نظام ہائے علاج — ہومیوپیتھی، الیکٹروپیتھی اور ایلوپیتھی — کے فلسفیانہ و عملی اصولوں کے ساتھ پرکھا گیا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اسلام کا تصورِ شفاء ایک جامع، ربانی اور فطری نظام صحت پیش کرتا ہے جو انسان کے جسم، روح اور عقل — مینوں کی ہم آہنگی کے ذریعے حقیقی تندرستی اور سکونِ قلب کی ضمانت دیتا ہے۔

(الف) الیکٹروہومیوپیتھی:

الیکٹروہومیوپیتھی کے بانی کانام جناب کاؤنٹ سیز ریٹی (Count Ceaser Mattie) ہے۔ وہ اٹلی کے شہر بلوگنا (Bologna) میں ایک معزز اور رئیس خاندان میں 1809ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مختلف علوم میں مہارت حاصل کی اور ماسٹر آف میڈیسن کی ڈگری حاصل کی۔ انہیں فلسفہ اور ادب سے گہری دلچسپی تھی۔ جڑی بوٹیوں کے متعلق قدیم و جدید کتب کا

مطالعہ کیا، یہاں تک کہ یہ شوق جنوں کی حد تک پہنچ گیا۔ اسی جذبے کے تحت انہوں نے اپنے ذاتی فارم میں جڑی بوٹیوں کی کاشت شروع کی اور ان پر مسلسل تجربات کرتے رہے۔ کاؤنٹ سیزر میٹی طبی تحقیقات سے گہری آگاہی رکھتے تھے۔ جب ڈاکٹر ہارمن نے 1810ء میں "نظریہ علاج بالشل (Homeopathy)" کو دنیائے طب میں متعارف کرایا، تو کاؤنٹ میٹی نے ان کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور جلد ہی ان کے شاگرد خاص بن گئے۔ تاہم، ہومیوپیٹھی کے اصولوں کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے بعض پہلوؤں میں موجود بنیادی کمزوریوں کی نشاندہی کی، اور ان پر علمی، طبی اور قانونی دلائل کے ساتھ بحث کی۔

1. الکحل میں جڑی بوٹیوں کا جوہر حاصل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ خود ایک زہریلہ سیال ہے اس لیے یہ ایک نیوٹرل (متعادل) اثر نہیں رکھتا۔ بہتر یہ ہے کہ چونکہ پانی میں دب تیار کر
2. تندرست جسم پر ادویہ کی آزمائش (PROVING) سے تمام علامات پر اکتفاء کرنا قطعی غلط ہے۔ کیونکہ تندرست جسم میں دفاعی قوت (قوت مدافعت) بہت مضبوط ہوتی ہے۔ اور وہ دوا کے بعض منفی اثرات کو ظاہر نہیں ہوں¹
3. صرف ظاہری علامات کے ختم ہونے پر مکمل شفاء کا تصور درست نہیں ہے چونکہ علامات تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور ہر مرض کے مختلف اسباب ہوتے ہیں اس لیے علامات بھی مختلف ہوں گی، پس کاؤنٹ میٹی کا یہی اختلاف تھا جس پر کاؤنٹ میٹی نے روخ بدلا۔ جڑی بوٹیوں پر برس ہا برس تجربات کرنے کے بعد ایسی ادویات تیار کیں جو انسانی بدن کی غیر طبعی حالت کو اعتدال پر لانے کے لیے انتہائی زود اثر اور بے ضرر اکثر ثابت ہوئیں۔ تمام مرکبات انسانی طبی تقاضوں کے مطابق تیار کئے پھر ان کے برقی اثرات دیکھ کر صاحب موصوف نے اس کو الیکٹر و ہومیوپیٹھی کا نام دیا۔ ان کے مرکبات کاؤنٹ میٹی کے مرکبات MEDICINE MATTEE COMPLEX سے مشہور ہیں۔ ان کا انتقال 1896ء میں ہوا۔

الیکٹر و ہومیوپیٹھی اور دیگر طریقہ ہائے علاج کا تقابلی جائزہ اور تجدید طب کی منطق

موجود ہومیوپیٹھی جناب ڈاکٹر ہارمن نے طریقہ علاج کا بنیادی اصول مفرد دوا کے استعمال پر رکھا ہے مگر یونانی اور ایلوپیٹھی طریقہ علاج میں مفرد اور مرکب دوا، دونوں طرز پر دوا کا استعمال ہوتا ہے، مفرد اور مرکب دوا کی بحث بہت پرانی چلی آرہی ہے، دونوں طرف سے قوی دلائل ملتے ہیں۔ لیکن موجود الیکٹر و ہومیوپیٹھی نے اپنی ادویات کو مرکب شکل میں تیار کیا ہے جو ظاہر کوئی دلکشی نہیں رکھتی۔ لیکن ان کے نظریات کو سامنے رکھا جائے اور جس انداز سے مرکبات کو تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کے پس پردہ میں دیکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس فن کے موجد کی ماہر اندر رائے زیادہ قوی ہے اور حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ ہومیوپیٹھی علامات (SYMPTOM) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، انسانی جسم پر ادویات کی آزمائش (PROVING) تشخیص مرض کے لیے حرف آخری ہے۔²

لیکن جناب میٹی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور تجدید طب بھی اسے غلط قرار دیتی ہے کیونکہ صرف علامات پر دار و مدار کرنا درست نہیں ہے۔ چونکہ علامات میں کمی بیشی جاری رہتی ہے، جناب کاؤنٹ میٹی کے نزدیک مرکب دوا اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہے، عموماً جسم میں بیماری کا سب سے پہلا حملہ کسی بھی کمزور عضو کے طبعی فعل میں خرابی کے باعث ہوگا، لیکن اس کے ساتھ مشترک عمل کرنے والے دیگر اعضاء بھی متاثر ہوں گئے، مثلاً اگر جگر کے فعل میں خرابی ہوگی یعنی جگر کے غیر طبعی فعل سے اس کے متعلقہ اعضاء، گردوں، مثانہ، پیشاب کی نالی بھی متاثر ہوگی اور اس تکلیف کا احساس مقامی اعصاب اور نشوونما کریں گے۔ علاوہ ازیں جگر کے غیر طبعی فعل سے قلب و دماغ بھی ضرور متاثر ہوتے ہیں جس سے ایک مرکب کیفیت پیدا ہوگی جس کا سبب مرکب ادویات کے دائرہ اثر میں آئے گا۔ ہومیوپیٹھی اور یونانی اور ایلوپیٹھی طریقہ علاج سے جڑی بوٹیوں کے علاوہ معادنیات اور سمیات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن میں کچل، سم الفار، بیش، جدوار، سانپ کا زہر، کوبیلہ، سکہ، جست، تانبہ اور دیگر دھاتیں قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ یہ تمام دوائیں نظریہ تقلیل الادویہ کے تحت کشتہ جات اور دیگر طریقوں سے استعمال ہوتی ہیں لیکن ان کے مضر اثرات مختلف اشکال میں جلد یا بدیر ظاہر ہوتے ہیں۔ اب جدید تحقیقات میں ان کے بارے معلومات ملیں گی۔ لیکن الیکٹر و ہومیوپیٹھی میں صرف نباتات (جڑی بوٹیوں) کو بطور ادویات کے استعمال میں لایا گیا ہے۔ چونکہ موجد کے نزدیک نباتات میں حیاتیاتی جوہر موجود ہیں، سورج کی شعاعیں برائے راست ان میں جذب ہوتی ہیں جو جسم میں موجود فاسد مادوں کو خارج اور ختم کرنے میں اکثر ہیں انتہائی بے ضرر اور زود اثر ہونے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتیں اور ان سے جلد شفاء پائی ہو سکتی ہے۔³

ب: ایلوپیٹھی Allopathy

موجودہ دور کا سب سے مقبول سلسلہ ایلوپیٹھک علاج کا ہے اور اسے سائنس اور ٹیکنالوجی کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔ اس طب میں خاصی بڑی تعداد میں مفید ادویات بھی موجود ہیں جو مہلک جراثیم ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایلوپیٹھک دویونانی الفاظ "Allos" (یعنی دیگر یا علاوہ) اور "Patheia" (یعنی بیماری) سے مل کر بنا ہے جس کے معنی ہوئے "بیماری کے مخالف یا بیماری کے علاوہ"۔⁴ اس کی تعریف یوں ہے "Treatment of disease by remedies that produce effects opposite to the symptoms" یعنی "ایسا طریقہ علاج جس میں کسی بیماری کی علامات کے مخالف اثرات پیدا کر کے اس کا علاج کیا جاتا ہے"۔ اسی وجہ سے اس کو "معالجہ اخلافیہ" بھی کہا جاتا ہے۔⁵ اس طریقہ علاج کے لئے Allopathy لفظ کا استعمال سب سے پہلے ہومیوپیٹھک کے بانی ڈاکٹر سیموئیل ہانی مَن نے 1810ء میں کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے طریقہ علاج یعنی معالجہ مثلیہ سے دوسرے تمام طریقہ معالجات سے جدا شناخت دی جائے۔ 19 ویں صدی کے اوائل میں یورپ اور امریکہ دونوں جگہ اس طریقہ علاج کو اپنایا گیا جہاں اس سے قبل "Heroic Medicine" سے لوگ علاج کرتے تھے جیسے خون نکالنا یا آنتوں کو صاف کرنا۔ اس کو علاج کا تکلیف دہ طریقہ سمجھا جاتا تھا۔⁶ پہلے شاید علاج کی اس تقسیم میں ایلوپیٹھک کو معالجہ اخلافیہ کہہ کر ہومیوپیٹھک (معالجہ مثلیہ) سے الگ کرنا درست ہو لیکن آج کل یہ تقسیم زیادہ پر اثر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایلوپیٹھک میں بھی بہت سے ایسے طریقہ کار آچکے ہیں جن میں بیماری کا علاج، علاج بالشل سے ہی کیا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال ویکسین ہے جسے جسم میں داخل کرنے پر جسم کی قوت مدافعت بڑھ جاتی ہے اور جسم میں داخل

ہونے پر کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی کیونکہ اسی سے بنائی گئی ویکسین اسی کے خلاف جسم میں قوت مدافعت پیدا کر چکا ہوتا ہے۔ اس کی افادیت بھی مسلم ہے جس کی سب سے بڑی مثال موجودہ دور میں پولیو ویکسین ہے۔⁷

ایجاد ہومیو پیتھک

ہومیو پیتھی اصول کا خیال سب سے پہلے ڈاکٹر ہنمین کو 1790ء میں پیدا ہوا۔ جبکہ یہ کلن کی سٹیریا سڈیکا کا ترجمہ کر رہے تھے۔ کلن کی سٹیریا سڈیکا میں ترجمہ کرتے وقت جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں مصنف نے نوبتی نجاڑوں میں کوئین کو اکسیر لکھا ہے۔ وہاں یکایک ہنمین کو خیال پیدا ہوا کہ کوئین کا نوبتی نجاڑوں کے لیے اکسیر ہونا کس اصل کے ماتحت ہے۔ اور جب مصنف اس سوال کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ تو ہنمین کے دل میں یہ بات جم گئی۔ کہ میں خود کوئین کھا کر اس کے اثرات کا مشاہدہ کروں۔ چنانچہ ہنمین نے چند مرتبہ صحت کی حالت میں کوئین کا استعمال کیا۔ تو اس سے نوبتی نجاڑ کی علامات پیرا ہو گئیں۔ چند دوسرے اشخاص پر بھی استعمال کرایا۔ تو بھی یہی نتیجہ برآمد ہوا۔ اب ہنمین کے دل میں قدرتی طور پر اس سوال کا حل یہ پیدا ہوا۔ کہ جو دوا تندرستی کی حالت میں اس قسم کے امراض پیدا کرے گی۔ قدرتی طور پر اگر ایسے امراض موجود ہوں تو وہ دوا یقیناً ان بیماریوں کے لیے اکسیر ہوگی۔ اس اصول پر ہنمین نے دیگر دواؤں کا اپنے تندرست جسم پر امتحان کیا۔ اور جب اس کو اس اصول کی صحت کا کامل طور پر یقین ہو گیا۔ تو پھر اس نے ہیفلیڈنڈ وجزل میں ایک مضمون زیر عنوان ایک نیا اصول جس کے ذریعہ ادویہ کی شفا بخش تاثیر معلوم کی جاسکتی ہے شائع کیا۔ یہ مضمون نہایت پر زور اور مدلل تھا۔ جس میں ثابت کیا گیا تھا۔ کہ دواؤں کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے تندرست انسان کو دوا کھلا کر اس کی علامات نوٹ کر لینا چاہیے۔ اور یہی علامات اگر قدرتی طور پر پیدا ہوں۔ تو وہ دوا اس مرض سے بالکل شفا بخشنے گی۔⁸

ہنمین اس زمانہ میں گو مطلب کرتا تھا لیکن اس پرانے طریقہ علاج پر خود اُسے اطمینان نہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ صحت کا اصلی اور حقیقی اصول کسی اور ہی حقیقت میں پنہاں ہے۔ اسی زمانہ میں اس کی اپنی لڑکی بیمار ہوئی۔ اور ہر ممکن سے ممکن علاج کرانے کے باوجود جانبر نہ ہو سکی۔ ہنمین کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ اور بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے پریکٹس (مطب) کو بالکل خیر باد کہہ دیا۔ اور کئی نئے طریقہ علاج کی جستجو میں گوشہ نشین ہو گیا۔ اسی گوشہ نشینی کے زمانہ کے غور و فکر کا نتیجہ وہ اصول تھا۔ جس کا اظہار اخبار میں کیا سٹند کردہ صدر مضمون کا رسالہ میں شائع ہونا تھا۔ کہ ہر چار طرف سے ہنمین کی مخالفت ہونے لگی۔ اس کی مخالفت میں مضامین لکھے گئے۔ اس کو گالیاں دی گئیں اور ہر ممکن سے ممکن کوشش۔

ہومیو پیتھک دوا الفاظ ”Homoios“ اور ”Patheia“ سے مل کر بنا ہے۔ Homoios اس کا مطلب ہے ”کسی جیسا ہونا“ اور Patheia کا مطلب ہے ”بیماری“۔ اس میں امراض کے علاج میں ایسے ادویاتی نسخے استعمال کیے جاتے ہیں کہ جن کی زیادہ مقدار عام افراد میں وہی مرض پیدا کرتا ہے جس کے علاج کے لیے وہ نسخہ ہو۔ یعنی جس بیماری کے علاج کے لئے دوا کم مقدار میں دی جاتی ہے یہی دوا اگر زیادہ مقدار میں دی جائے تو یہ دوا اس مرض کا باعث بھی بن سکتی ہے اسی لیے اس کو Like اور اردو میں معالجہ مثلیہ یا ”بالمثل طریقہ علاج“ بھی کہا جاتا ہے۔⁹

ہومیو پیتھک کی قدیم ترین تاریخ دیکھی جائے تو ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح یعنی پانچویں صدی (۴۰۰ء تا ۴۰۰ ق م) میں ایک نام بقرط (Hippocrates) کا ملتا ہے۔ جسے بابائے طب کہا جاتا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ صحت پانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک ”بالضد“ اور دوسرا ”بالمثل“ ہے۔ یہ علاج بالمثل ہی ہومیو پیتھی ہے۔ اُس نے تنبیہ کی کہ مرض کی قدرتی علامات کی پیروی کرو، نہ کہ مخالفت۔ اُس نے علاج بالمثل پر ایک مدلل کتاب لکھی۔

عصر حاضر میں ہومیو پیتھی کے بانی سیموئل ہانی مَن ”Samuel Hahnemann“ ہیں، جنہوں نے سالہا سال کی تحقیق و جستجو کے بعد اس طریقہ علاج کو دریافت کیا۔ سیموئل ہانی مَن بذات خود ایلو پیتھک ڈاکٹر تھے ان کی بیٹی بیمار ہوئی جس کا انگریزی دواؤں کے ذریعے علاج کیا گیا تاہم دواؤں کے مضر اثرات (Side Effect) کے باعث ان کی اکلوتی بیٹی کا انتقال ہو گیا۔ تب وہ ایلو پیتھک طریقہ علاج کو خیر باد کہہ کر ہومیو پیتھک طریقہ علاج دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے۔

سیموئل ہانی مَن کو چودہ مختلف زبانوں پہ عبور حاصل تھا جب اس نے ایلو پیتھک طریقہ علاج کو چھوڑا تو اپنا گھر چلانے کے لئے مختلف کتابوں کے ترجمے کرنا شروع کر دیئے۔ ”سکونا“ (Cinchona) جسے کوئین بھی کہا جاتا ہے (ایک خاص قسم کی جڑی بوٹی ہے جو ملیریا کی بیماری میں بطور دوا استعمال ہوتی ہے) کے مطالعہ سے اسے ایک نئی راہ ملی بلکہ ہومیو پیتھی دریافت کرنے میں آسانی پیدا ہوئی۔¹⁰ مزید تحقیق کے بعد سیموئل ہانی مَن نے دنیا کے سامنے کوئین کا نیا فلسفہ پیش کیا اور بتایا کہ: ”کوئین کو بخار اتارنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کوئین تندرستی کی حالت میں کھائی جائے تو بخار پیدا بھی کرتی ہے“۔ یہی علاج بالمثل کا آغاز تھا اور اسکے بعد ہومیو پیتھک ادویات کی تیاری اور تحقیق کا عمل شروع ہو گیا۔

ہومیو پیتھی کی ابتداء 1790ء کی دہائی میں جرمنی میں ہوئی پھر فرانس اور برطانیہ پہنچی۔ 19 ویں صدی میں ہومیو پیتھی کو سب سے زیادہ شہرت ملنا شروع ہوئی۔ امریکہ میں اس کا آغاز 1825ء میں ہوا۔ اس کے بعد 1835ء میں امریکہ میں پہلے ہومیو پیتھک سکول کا قیام عمل میں آیا اور 1844ء میں پہلی بار اس کی باقاعدہ ایک تنظیم ”American Institute of Homeopathy“ وجود میں آئی۔ اس کے بعد 19 ویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں ہومیو پیتھک طریقہ علاج بہت تیزی سے پھیلا اور اس کے درجنوں ادارے بنے اور کچھ عرصے بعد اس کے ہزاروں ماہرین تیار ہو گئے جو اسی طریقہ پر لوگوں کا علاج کرتے۔ اسی صدی کے اواخر میں طب کے شعبے میں برٹانام و مقام رکھنے والے سائنسدانوں کی طرف سے ہومیو پیتھی کی مخالفت کا آغاز ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی ساکھ کو بہت نقصان پہنچا اور یہ طریقہ علاج زوال کا شکار ہو گیا یہاں تک کہ 1920ء میں امریکہ میں ہومیو پیتھی کا آخری سکول بھی بند ہو گیا۔ اس کا دوبارہ عروج جرمنی کی نازی افواج کے ساتھ ساتھ پھیلا جس نے اس پر ایک کثیر رقم خرچ کی اس کے باوجود کہ اس کا کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آ رہا تھا۔

فرانس میں 90 کی دہائی میں ہومیو پیتھی کو میڈیکل کا بہترین نظام قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 2000ء جنیوا میں دنیابھر سے سروے رپورٹ کے بعد WHO نے ہومیو پیتھک کو

امراض کی روک تھام کا دوسرا بڑا طریقہ علاج قرار دیا ہے۔ 2000ء ہی میں برطانوی ایوان امراء نے اور 22 مارچ 2002ء وائٹ ہاؤس کمیشن، واشنگٹن نے ہو میو پیٹھتی کی حیثیت کو تسلیم کیا۔ آج بھی دنیا میں اس طریقہ علاج پر لاکھوں لوگ عمل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے ہی بیماریوں کا علاج کراتے ہیں۔ دنیا میں اس وقت جتنے بھی طریقہ علاج موجود ہیں اور جن کی سرپرستی ہو رہی ہے، ان میں ہو میو پیٹھتی طریقہ علاج بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ذرائع ابلاغ میں تشہیر کے بغیر ہی روز افزوں مقبولیت اس کے کامیاب نتائج کا ثبوت ہے۔ بلاشبہ اس کی اہمیت کو اس کی افادیت اور شفا یابی کی صلاحیت نے اجاگر کیا ہے۔¹¹

ہو میو پیٹھتی کیا ہے؟

ہو میو پیٹھتی دراصل یونانی زبان کا ایک لفظ ہے۔ جو دو اجزاء سے مل کر ایک بنا ہے۔ اصل میں ہو سیو آس اور پے تھوس دو علیحدہ علیحدہ لفظ ہیں۔ جس میں اول الزکر کے معنی مشابہ یا مثل اور موخر الزکر کے معنی علاج یا ازالہ مرض کے ہیں۔ ان دونوں سے ملکر ہو میو پیٹھتی ایک لفظ بنا جس کے معنی علاج بالمثل کے ہوئے۔

علاج بالمثل کا اصول زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ حضرت مسیح سے صدیوں پہلے یونانی طب کے قدیم پیشرو بقراط کو بھی اس اصول کا علم تھا۔ چنانچہ اس نے علاج بالمثل پر ایک کتاب لکھ کر اس کی حقیقت کو واضح کر دیا تھا۔ اسی طرح مشہور طبیب سقراط کا قول ہے کہ "مشابہ الاثر ادویہ سے بھی امراض کا دفعہ کیا جاسکتا ہے"۔ آپو رویدک طریقہ علاج کی قدیم کتب میں بھی کہیں کہیں ان اصولوں کی بابت ذکر آتا ہے۔ اور تاریخی طور پر بہت سے واقعات ایسے رونما ہو چکے ہیں جب سے علاج بالمثل کی حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ تاریض کے صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ یوید ہن نے بھی شیم کو زہر دے کر تالاب میں پھنکوا دیا تھا تاکہ وہ ہلاک ہو جائے۔ لیکن تالاب میں بھی شیم کے سانپ نے کاٹا۔ اور سانپ کے کاٹنے ہی اس پر زہر کا کچھ بھی اثر نہ رہا۔ اور اچھا خاصا ہو کر واپس چلا آیا۔

ہو میو پیٹھتی کے چار اصول

ہو میو پیٹھتی طریقہ علاج کو جاننے اور سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل چار امور کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے کہ ہو میو پیٹھتی کے بنیادی اصول ہیں۔

(1) بیماری کیا ہے

(2) خواص الادویہ

(3) دوا اور مرض کا باہمی تعلق

(4) مقدار خوراک

"بیماری کیا ہے"

تمام اطباء و اکثر مرض جسم انسان کی کسی بڑی اور شدید ترین علامت کو قرار دیتے ہیں۔ نہز مرض کو معلوم کرنے کے لیے کیمیائی تغیرات اور خورد بینی مشاہدات کے ذریعہ بنایا جاتا ہے لیکن مادی ذرائع سے روایات کا علم ہو سکتا ہے۔ یہ کس قدر حیرت انگیز اور مضحکہ خیز بات ہے۔ کہ جسم انسانی میں صحت کی تبدیلی کے وقت جو علامات پیدا ہوتی ہیں۔ اس میں سے ایک کو مرض کہا جاتا ہے۔ آہ کوئی ان سے پوچھے۔ کہ علامات تو مرض کے بعد ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا چہرہ اذرد ہے، منہ کا مزہ تلخ اور قبض کی شکایت کے ساتھ مقام جگر گرم ہے۔ آنکھوں کی رنگت بھی زرد ہے۔ تو اس مرض کو یقیناً کہیں گئے۔ لیکن یہ آنکھوں کا زرد ہونا اور دیگر تمام عوارض اگر مرض ہو گئے تو پھر علامات کون سی رہیں۔ اسی طرح اگر پھیپھڑوں میں زخم ہو جائے تو اس کو سل کہا جاتا ہے لیکن پھیپھڑوں میں زخم ہونا تو ایک علامت ہے پھر اس کو مرض کہنا کس قدر غلطی ہے۔

دوسری طرف ہو میو پیٹھتی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مرض درحقیقت وائٹل فورس نامی روحانی قوت کی اتری کا نام ہے۔ جو ہر بدن انسانی میں قدرت نے ودیعت رکھی ہے۔ اور جس کا تعلق مرنے کے بعد بدن سے منقطع ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ قوت نہایت لطیف ہے۔ اس لیے اس کو معمولی اسباب سے بھی تغیر آ جاتا ہے۔ پس جس قدر بھی وبائی اور سمی امراض پیدا ہوتے ہیں وہ سب وائٹل فورس (قوت روحانی) کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ہو میو پیٹھتی کا ناکا بل فراموش احسان ہے۔ کہ اس نے مادیت کے چکر سے نکال کر روحانیت کی تعلیم دی۔ مرض کا سب سے پہلا اثر قوت روحانی پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد مرض کی علامات نمایاں ہوتی ہیں۔

خواص الادویہ

تمام مروجہ طریقہ علاج میں ادویہ کے خواص دو طرح معلوم کئے گئے ہیں۔ زمانہ قدیم میں تو یہ رواج تھا کہ جو دوا کسی بیماری میں دی گئی اور وہ مفید ثابت ہوئی پس اس کو اس مرض کے لیے مفید سمجھ کر ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے چلے آئے یہاں تک کہ اس طریقہ پر انہوں نے اپنے لیے ایک میٹریڈیا میڈیا کر تب کر لی۔

دور ترقی میں دوسرا طریقہ خواص ادویہ معلوم کرنے کا کیمیائی امتحان ہے۔ لیکن کیمیائی طریقہ سے دوا کے اجزاء کا امتحان کرنے سے بھی کوئی قبل اعتماد امر ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ امر مشاہدہ میں آچکا ہے۔ کہ ایک شے کسی چیز میں حل ہو گئی لیکن اسی چیز کے ساتھ اس کو ملا کر بدن انسان میں پہنچایا گیا۔ تو اس میں کسی قسم کا بھی تغیر نہ ہوا۔ بلکہ اس کا اثر علی حالہ قائم رہا۔ مثلاً سانپ کا زہر پوٹاسیم پر مٹنے لگا یا جائے تو بعض دفعہ کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ خواص الادویہ کے تدوین کی تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جانوروں کے جسم میں دوائیں داخل کر کے تجربات حاصل کیے گئے۔ اور جو علامات پیدا ہوئیں وہ دوا کی خاصیت سمجھی گئیں۔ لیکن یہ اصول بھی غلط ہے۔ کیونکہ انسانی ساخت اور جانوروں کی ساخت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دوا ان میں کوئی علامت پیدا کر دے۔ اور انسان میں بجائے مفید ثابت ہونے کے مضر ثابت ہو۔ برخلاف اس کو ہو میو پیٹھتی میں خواص الادویہ کی ترتیب مختلف عمر کی عورت، مرد، خورد سال بچے اور بوڑھے آدمیوں پر تجربہ کر کے کی گئی ہے۔ اور پھر ایک دوا کو کئی کئی مرتبہ کھلا کر دیکھا گیا ہے۔ اور جب ہر مرتبہ ایک ہی قسم کی علامات پیدا ہو گئیں تو اس دوا کو ان ہی

علامات کے لیے مفید بتایا گیا۔

دوا اور مرض کا باہمی رشتہ

دوا اور مرض کے باہمی رشتہ سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی دوا کسی مرض میں مفید ہے تو وہ کس اصول کے ماتحت فائدہ بخشتی ہے۔ تمام طرق علاج کے خواص الادویہ دیکھیے کسی میں یہ امر معلوم نہ ہو گا کہ فلاں دوا فلاں مرض میں اس لیے مفید ہے۔

یونانی طریقہ علاج میں اگرچہ دواؤں کے بیان کے ساتھ ان کے خواص کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ بعض دوائیں گرم ہیں۔ اور وہ بوجہ اپنی گرم کیفیت کے سرد بیماریوں میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سرد دوائیں گرم امراض میں نفع مند ہیں۔ لیکن یہ اصول بھی ہو جگہ نہیں برتا جاتا۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جو گرم ہیں اور اطباء عام طور پر ان میں گرم دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ دل کی اکثر بیماریاں گرم ہوتی ہیں لیکن مثلاً و غیرہ گرم دوائیں دل کی بیماریوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اسی طرح آتشک گرم اور سوداوی مرض ہے۔ لیکن تنگرف اور پارہ کے مرکبات کھلائے جاتے ہیں جو سخت گرم ہیں۔

الحاصل طب یونانی کا استعمال دوا کے متعلق یہ تعلق بیان کرنا بھی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔ ہومیو پیتھی اس کے متعلق ہمارے سامنے یہ صاف اور صحیح اصول پیش کرتی ہے کہ جو دوا تندرستی کی حالت میں جس قسم کی علامات پیدا کرے گی اگر قدرتی طور پر وہی علامات پائی جائیں تو وہ اس کو دفع کرے گی۔ اس اصول سے دوا اور مرض کا باہمی تعلق معلوم ہو گیا۔ کہ دوا جس کسی مرض کو بھی دفع کرتی ہے وہ محض اس لیے کہ تندرستی کی حالت میں خود ہی اس مرض کو پیدا بھی کرتی ہے۔ مثلاً اگر ہم کوئی زیادہ مٹھاس والی چیز کھا کر اس کے بعد کم مٹھاس والی چیز کھائیں تو منہ میں بلکل پھیکا پن ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس لیے کہ پہلی مٹھاس دوسری ہلکی مٹھاس میں محلول ہو جاتی ہے۔

مقدار خوراک

مندرجہ بالا اصول کے علاوہ ہومیو پیتھی کا ایک اصول تقلیل دوا ہے۔ اور یہ ایسا اصول ہے کہ جس کو سن کر مخالفین ہومیو پیتھی تعجب اور حیرت میں آجاتے ہیں۔ اور محض دوا کی اس قدر قلیل مقدار کو بے اثر سمجھ کر ہومیو پیتھی اصول کو غلط قرار دے دیتے ہیں۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر وہ ذرہ بھی انصاف اور غور سے کام لیں تو اس اصول کی حقیقت ان پر واضح ہو سکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہومیو پیتھ بیماری کا سبب و انکسٹیل فورس (قوت روحانی) کے بگاڑ کو قرار دیتی ہے۔ اور جب مرض محض روحانی قوت کی ابتداء کا نام ہو تو لا محالہ دوا بھی ایسی ہونی چاہیے جو روحانی طور پر خرابی کا اندازہ کر سکے۔ اس لیے کہ ہر ایک چیز اپنے مشابہ چیز سے متاثر ہوتی ہے۔ اور جس قدر دوا کم مقدار میں دی جائے گی اس میں اجزاء مادہ کم ہوں گے اور اجزاء روحانیہ زیادہ ہوں گے۔ نیز ہم نے محض دوا کے ذریعہ قوت روحانی کی اعانت کرنی ہے تو اس کے لیے ایسی ہی دوا دینی چاہیے۔ جو زیادہ لطیف ہو۔ کیونکہ قوت روحانی بھی لطیف ہے۔ علاوہ ازیں بعض نازک طبع اشخاص کڑوی اور کسلی دواؤں کے بھرنے ہوئے پیالے پینے کے مقابلے میں بیماری کو پسند کرتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ جس قدر ممکن ہو سکے دوا تھوڑی مقدار میں پئیں۔ ہومیو پیتھی میں باوجود اس قدر قلیل مقدار میں دوا دینے کے حیرت انگیز نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ وہ محض اس لیے کہ دوا کو گزرنے سے اس کے اجزاء میں زیادہ لطافت آ جاتی ہے۔ اور زیادہ لطافت کر باعث اس میں روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے بعض مشاہدات ہمارے دعوے کی دلیل میں مثلاً۔

- (1) ڈاکٹر پیر الکھتے ہیں کہ بعض دفعہ پارہ کے ایسے اجزاء جو آنکھ سے بھی دیکھائی نہیں دیتے مختلف امراض اور زیادہ بھوک آنے کا باعث ہوتے ہیں۔
- (2) بعض ایسے پیشہ ور جو سیسے کا کام کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سیدہ بلکل نہیں کھاتے لیکن ان کے جسم میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔
- (3) بعض اوقات محض کسی خبر کے سننے سے ایسے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو بڑی سے بڑی تیز اور کثیر المقدار دوا سے بھی نہیں ہوتے۔
- (4) روغن تاپین کو اگر داخل طور پر استعمال کیا جائے تو قوئلج کی صورت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس کو گرم پانی میں ملا کر لگائیں تو قوئلج جاتا رہتا ہے۔
- (5) جو اشخاص بعض دفعہ محض خوشبو وغیرہ کے سونگھنے سے ہوش میں آ جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان کو وہ عطر کثیر تعداد میں پلا بھی دیا جائے تو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

ہومیو پیتھی کی خصوصیات

- (1) دوا قلیل مقدار میں استعمال کی جاتی ہے جس کو مریض ہنسی خوشی پینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔
- (2) دوا خوش ذائقہ ہوتی ہے اس لیے اس کو بچے بھی آسانی سے استعمال کرتے ہیں۔
- (3) اس کی دوائیں کم قیمت ہیں اور اس لیے اس سے غریب سے غریب بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔
- (4) اس کی دوائیں بے ضرر ہیں۔ اگر غلط تشخیص کے باعث معالج مرض کے خلاف دوا استعمال کرادے تو معتد بہ نقصان نہیں ہوتا۔
- (5) کرائنک ڈیریز (امراض مزمنہ) کا سب سے بہتر اور شافی علاج ہومیو پیتھی اصول کے ماتحت ہو سکتا ہے۔
- (6) تمام قابل عمل جراحی امراض کا علاج دواؤں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دیگر معالج حضرات کے نشتر کا مقابلہ ہومیو پیتھی کی ننھی ننھی گولیاں مردانگی کے ساتھ کرتی ہیں۔
- (7) ہومیو پیتھی کے اصول صاف اور سچے ہیں۔ جو مادیت سے نکال کر روحانیت کی تعلیم دیتے ہیں۔¹²

علاج کا حکم اور جواز:

الہدائی نے انسان کو بنیادی طور پر اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے¹³ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس کا صحت مند ہونا ضروری ہے، لیکن بعض اوقات انسان کو جسمانی یا نفسیاتی امراض لاحق ہو جاتے ہیں جن کے علاج معاملے کا حکم قرآن و سنت میں موجود ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں جہاں روحانی اور باطنی بیماریوں کے حل تجویز فرمائے وہیں جسمانی اور ظاہری امراض کے لیے بھی آسان اور نفع بخش ہدایات دی ہیں۔ ہمیں قرآن و سنت میں بہت سے احکام صرف علاج کے بھی ملتے ہیں۔

علاج جائز اور مشروع ہے اور اس کے جواز میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں قرآن و سنت میں موجود نصوص میں سے چند ذکر کئے جاتے ہیں:

حالت احرام میں سر کے بالوں کو کٹوانا منع ہے لیکن اگر کسی شخص کے سر میں جوئیں پڑ جائیں تو اس کو تکلیف سے نجات پانے کے لئے بالوں کو منڈوا کر فدیہ ادا کر سکتا ہے، اور اس پر کسی قسم کا گناہ بھی لازم نہ آئے گا۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۖ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ

بِمَ آذَىٰ مِّن رَّأْسِهِ ففِدْيَةٌ¹⁴ ترجمہ: ”اور اپنے سر کے بالوں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک کہ ہدی اپنی جگہ پر نہ پہنچ لے اور جو بیمار ہو یا جس کے سر میں جوئیں ہوں تو وہ (بال منڈوا کر) فدیہ ادا کر دے۔“

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا¹⁵

”اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے، اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔“

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (متوفی: 671ھ) اس آیت کے ضمن میں شفاء کے دو معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اختلف العلماء في كونه شفاء على قولين : أحدهما : أنه شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها وإزالة الريب، ولكشف غطاء القلب من مرض الجهل لفهم المعجزات والأموال الدالة على الله تعالى الثاني : شفاء من الأمراض الظاهرة بالرقى والتعوذ ونحوه“¹⁶

”قرآن پاک کے شفاء ہونے کے بارے میں علماء کی دو مختلف آراء ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ یہ (صرف) دل کی

بیماریوں کے لئے شفاء ہے جیسے دل سے جہالت اور شک کو دور کرنا، اور دل سے جہالت کے پردے کو ہٹانا کہ وہ

معجزات کو اور اللہ کی پہچان والے امور کو سمجھے (یعنی صرف روحانی بیماریوں کا علاج ہے)۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس میں امراض ظاہرہ کا بھی علاج ہے جیسے دم کرنا یا تعویذ کرنا

وغیرہ۔“

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (المتوفی: 606ھ) بھی اس آیت کے تحت قرآن کو روحانی اور جسمانی دونوں بیماریوں کے لئے شفاء قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”والمعنى : ونزل من هذا الجنس الذي هو قرآن ما هو شفاء ، فجميع القرآن شفاء للمؤمنين ، واعلم أن القرآن شفاء من الأمراض الروحانية ، وشفاء أيضا من الأمراض الجسمانية“¹⁷

”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس قرآن ہی شفاء کا باعث ہے، پس قرآن سارا سارا ہی ایمان والوں کے لئے شفاء ہے۔ یہ بات جان لینی چاہئے کہ قرآن جس طرح روحانی امراض

کے لئے شفاء ہے اسی طرح جسمانی امراض سے بھی شفاء کا ذریعہ ہے“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عليكم بالشفائين: العسل والقرآن¹⁸

”دو چیزوں سے شفاء حاصل کرنا تم پر ضروری ہے (ایک) شہد اور (دوسرا) قرآن۔“

قرآن پاک میں بھی شہد کو شفاء کہا گیا ہے۔ سورہ النحل میں ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾¹⁹ کے الفاظ اس حدیث کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لكل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله عز وجل“²⁰

”ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب بیماری کو اس کی اصل دوا میسر ہو جائے تو انسان اللہ عزوجل کے حکم سے شفا یاب ہو جاتا ہے۔“

صحیح بخاری میں مذکور ہے:

”ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء“²¹

”اللہ عزوجل نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفا نازل نہ کی ہو۔“

جناب نبی کریم ﷺ کا تعامل خود علاج کے جواز بلکہ حکم پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علاج کا حکم فرمایا تھا، جیسا کہ ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے۔

”نعم، يا عباد الله تداووا، فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء، أو قال: دواء إلا داء واحدا قالوا: يا رسول الله، وما هو؟ قال: الهمم.“²²

”ہاں، اللہ کے بندو! علاج کرو اور اس لئے کہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کی شفاء نہ ہو۔ یا فرمایا: جس کی دوا نہ ہو، سوائے ایک بیماری کے، صحابہ کرام نے عرض کیا وہ ایک بیماری کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپا۔“

علاج کروانا تقدیر کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ اسباب کو اختیار کرنے کا ہی ایک انداز ہے۔ اس بات کی طرف بھی سنن ابن ماجہ کی حدیث میں اشارہ ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا: ”ہی من قدر الله“ (یہ (علاج) بھی اللہ کی تقدیر (ہی) ہے)۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی اپنا علاج کروایا ہے اور آپ ﷺ اس زمانے کے رائج علاج کے مطابق سمجھنے لگواتے تھے۔ روایت میں آتا ہے:

”كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يحتجم على الأخدعين، وكان يحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة وإحدى وعشرين“²³

”نبی کریم ﷺ دونوں کاندھوں پر پچھنے لگوا کرتے تھے اور چاند کی سترہ تا نینس یا کس تا رنج کو پچھنے لگواتے تھے“

علاج کرنے سے یا کروانے سے توکل کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی بات کو علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی: 751ھ) زاد المعاد میں علاج کی اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وفيهارد على من أنكرالتداوي، وقال: إن كان الشفاء قد قدر فالتداوي لايفيد، وإن لم يكن قد قدر فذلك“²⁴

ترجمہ: ”علاج معالجہ کرانے کے حکم میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اگر مقدر میں شفاء لکھی ہے تو علاج کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر مقدر میں شفاء نہیں تو بھی علاج کا کوئی فائدہ نہیں۔“²⁵

نبی کریم ﷺ نے باقی جسمانی اور روحانی بیماریوں کے علاوہ نظر کے علاج کی طرف بھی رہنمائی فرمائی جو کہ سنن ترمذی میں موجود ہے۔

”العین حق“ ترجمہ: ”نظر بد کا اثر برحق ہے“

ایک اور مقام پر نظر کی اہمیت کا بیان ان الفاظ میں کیا گیا: ”ولو كان شيء سابق القدر لسبقته العين“²⁶

”اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی ہے تو وہ نظر بد ہی ہے۔“

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی: 261ھ) نے صحیح مسلم میں ”باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار“ کے عنوان سے ایک الگ باب قائم کیا ہے جس میں دم

کرنے پر اجرت لینے کو حدیث سے جائز ثابت کرتے ہیں۔

خلاصۃ البحث

علاج کرانا شرعاً جائز ہے۔ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ خود جناب نبی کریم ﷺ کے تعامل سے یہ ثابت ہے۔ علاج کرانا تقدیر کے خلاف نہیں بلکہ علاج کرانا بھی تقدیر ہے، البتہ شفاء من جانب اللہ ہے اور اللہ ہی کے حکم سے بیماری سے شفاء ملتی ہے۔ آج کے دور کا انسان جن گوناگوں مسائل سے دوچار ہے ان میں صحت و تندرستی کے مسائل سرفہرست ہیں۔ صحت اللہ تعالیٰ کی اہم ترین نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: ”نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ“ ترجمہ: ”دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں، ایک صحت اور دوسری فراغت۔“

صحت کی قدر و منزلت انسان کو تب معلوم ہوتی ہے جب وہ بیماری میں مبتلا ہو جائے۔ صحت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظیم نعمت ہے، روز قیامت انسان سے جن انعامات کا پوچھا جائے گا، ان میں صحت اور ٹھنڈا پانی سرفہرست ہوں گے جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”أول ما يقال للعبد يوم القيامة: ألم أصحح جسمك وأرويك من الماء البارد“²⁵

”قیامت کے دن سب سے پہلے انسان سے کہا جائے گا: کیا میں نے تمہارے جسم کو صحیح نہیں بنایا تھا اور تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا؟“

اس کے علاوہ اس باب میں متعدد ایسی احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے حفظان صحت کو بہت اہمیت دی ہے۔ صحاح ستہ میں وارد اس باب کی احادیث پڑھنے سے یہ اندازہ آسانی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام حفظان صحت کا کس قدر خواہاں ہے اور وہ کس طرح روحانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت اور تندرستی میں بھی دل چسپی لیتا ہے۔

صحت ایک عطیہ خداوندی ہے لیکن اس بیش بہا نعمت کی مکاحقہ قدر نہیں کی جاتی اور لوگ اس میں غفلت برتتے ہیں۔ مال و زر، جائیداد اور دیگر املاک کی قدر دانی تو ہر ایک کرتا ہے لیکن

جس قوت و صلاحیت (یعنی صحت) سے یہ تمام چیزیں میسر آتی ہیں اور جس کے ذریعے ان تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس کو برقرار رکھنے اور اس کی حفاظت کے لیے کسی قسم کی احتیاط نہ کرنا کم عقلی قرار دی جاسکتی ہے۔ اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ صحت کا خیال رکھنے اور علاج کرانے کا کیا حکم ہے۔ امام ابن تیمیہ (المتوفی: 728ھ) اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

”وقد يكون منه ما هو واجب وهو: ما يعلم أنه يحصل به بقاء النفس لا غيره كما يجب أكل الميتة عند الضرورة فإنه واجب عند الأئمة الأربعة وجمهور العلماء“²⁶

”بعض صورتوں میں علاج معالجہ واجب ہے اور یہ اس صورت میں جب یقین ہو جائے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں مثلاً اُخْطَراری حالت میں مردار کا کھالینا واجب ہے،

ایسی صورت حال میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔“

شیخ محمد بن صالح عثیمین (المتوفی: 1421ھ) فرماتے ہیں:

”فالأقرب أن يقال ما يلي:

- 1 - أن ما غلب على الظن نفعه مع احتمال الهلاك بعدمه، فهو واجب.
- 2 - أن ما غلب على الظن نفعه، ولكن ليس هناك هلاك محقق بتركه فهو أفضل.
- 3 - أن ما تساوى فيه الأمران فتركه أفضل؛ لئلا يلقي الإنسان بنفسه إلى التهلكة من حيث لا يشعر.²⁷

جس مرض کے علاج سے شفاء کا ظن غالب ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت کا احتمال ہو تو اس کا علاج کرنا واجب ہے۔

جس مرض کے علاج سے ظن غالب کے مطابق نفع ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت یقینی نہ ہو تو اس مرض کا علاج کرنا افضل ہے۔

جس مرض کے علاج سے شفاء اور ہلاکت کے خدشات برابر ہوں تو اس کا علاج نہ کرنا افضل ہے تاکہ انسان لا شعوری طور پر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال بیٹھے۔“

میڈیکل علاج کے بارے میں اسلامی فقہی بورڈ نے اپنے اجلاس (منعقدہ مؤرخہ 14-9 مئی 1992ء بمقام جَدہ سعودی عرب) میں قرارداد نمبر 67،5،7 پاس کی جس میں

ہے کہ:

”الأصل في حكم التداوي أنه مشروع، لما ورد في شأنه في القرآن الكريم والسنة القولية والفعلية، ولما فيه من حفظ النفس الذي هو أحد المقاصد الكلية من التشريع. وتختلف أحكام التداوي باختلاف الأحوال والأشخاص: فيكون واجباً على الشخص إذا كان تركه يفرض إلى تلف نفسه أو أحد أعضائه أو عجزه، أو كان المرض ينتقل ضرره إلى غيره، كالأمراض المعدية. ويكون مندوباً إذا كان تركه يؤدي إلى ضعف البدن ولا يترتب عليه ما سبق في الحالة الأولى. ويكون مباحاً إذا لم يندرج في الحالتين السابقتين. ويكون مكروهاً إذا كان بفعل يخاف منه حدوث مضاعفات أشد من العلة المراد إزالتها.“²⁸

”علاج معالجہ اصلاً جائز ہے، کیونکہ اس کے متعلق قرآن کریم اور سنتِ قولی و فعلی میں دلائل موجود ہیں اور یہ اس وجہ سے بھی مشروع ہے کہ اس سے انسانی جان کی حفاظت ہوتی

ہے جو شریعتِ مطہرہ کے مقاصدِ اصلیہ میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ اور ابدان و احوال کے اختلاف کے مطابق علاج معالجے کے احکام بھی بدلتے رہتے ہیں چنانچہ جس مرض سے

جان کی ہلاکت یا کسی عضو کی خرابی یا اس کے مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو، یا متعدی امراض کی طرح اس مرض کا اثر دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرنا واجب

ہے۔ جس مرض کے علاج نہ کرانے سے بدن کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو اور مذکورہ بالا خطرات نہ ہوں تو اس کا علاج کرنا مستحب ہے۔ جب مذکورہ بالا دونوں صورتیں (جان کی

ہلاکت / بدن کی کمزوری) نہ ہوں تو علاج کرنا جائز ہے اور جب کسی مرض کے علاج کی وجہ سے اس سے بدتر مرض کے در آنے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرنا مکروہ ہے۔“ لہذا علاج

معالجہ جائز ہے۔ البتہ علماء نے وجوب اور استتباب کے اعتبار سے اس کی درجہ بندی کی ہے جس کا خلاصہ یوں ہے: * جس بیماری سے ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی عضو کی خرابی یا مفلوج ہونے

کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا واجب ہے۔

جس بیماری سے کمزوری کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا مستحب ہے۔

جس بیماری سے ہلاکت یا کمزوری کا اندیشہ نہ ہو تو اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

جس بیماری کے علاج سے اس سے بدتر مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا مکروہ ہے۔

علاج کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف

علاج کے جواز کے دلائل ماقبل میں گزر چکے ہیں تاہم اس کے حکم میں فقہاء اربعہ اور دیگر علماء کے اقوال مختلف ہیں جن کا اگر احاطہ کیا جائے تو اس میں کل چار فقہی آرا ملتی ہیں، جن کا ذکر

کرنا افادیت سے خالی نہیں ہے۔

اول قول: اباحتِ علاج :

اول قول احنافؒ اور مالکیہؒ کا ہے جو کہ علاج معالجہ کو مباح کہتے ہیں۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

دلیل نمبر 1:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

”تداووا عباد الله، فإن الله سبحانه لم يضع داءً إلى وضع معه شفاء“²⁹

”اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کے ساتھ ہی اُس کی دوا بھی پیدا کی ہے۔“

وجہ استدلال:

اس حدیث سے استدلال اس کے ظاہری الفاظ سے کیا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ سے علاج کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ”تداووا عباد الله“ کے الفاظ سے علاج کا حکم صادر فرمایا ہے اور قانون ہے کہ ”وأقل درجات الامر الاباحۃ“ یعنی کہ امر (کسی بھی کام کرنے کے حکم) کا سب سے ادنیٰ درجہ اباحت ہوتا ہے اس لئے اس حدیث پاک سے کم از کم اباحت معلوم ہوتی ہے۔

علامہ خطابیؒ (المتوفی: 388ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

”في هذا الحديث إثبات الطب، والعلاج، وأن التداوي مباح، غير مكروه كما ذهب إليه بعض الناس“³⁰

”اس حدیث سے طب، علاج کروانے، دوا کے استعمال کی اباحت اور علاج معالجہ کے مکروہ نہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس کی طرف بعض لوگ گئے ہیں۔“

دلیل نمبر 2:

امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ سے دو آدمیوں نے ایک بیماری کا علاج کروانے کے بعد سوال کیا ”أَوْ فِي الطَّبْ خَيْرٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟“ کہ کیا علاج میں کوئی بھلائی موجود ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

”أَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِي أَنْزَلَ الْأَدْوَاءَ“ ”دوا بھی اسی (اللہ) نے نازل کی ہے جس نے بیماری نازل کی ہے۔“

علامہ ابن البرؒ (المتوفی: 463ھ) فرماتے ہیں:

”وفي هذا الحديث إباحة التعالج لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينكر ذلك عليهم“³¹

”اس حدیث میں علاج کی اباحت موجود ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں اشخاص پر علاج کروانے کے بارے میں کوئی نکیر نہیں فرمائی۔“

دلیل نمبر 3:

یہ احادیث مبارکہ تمام انسانیت کو ہر بیماری کے علاج کے باب میں تسلسل کے ساتھ تحقیق کے عمل کو جاری رکھنے پر آمادہ کرتی ہیں اور اسلام اس تصور کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا کہ بعض بیماریاں بالکل لا علاج ہیں۔

کسی بیماری کو لا علاج کہنا دراصل تحقیق اور تنقیح کے اصول کی نفی کرنے کے مترادف ہے بلکہ کسی مرض کا علاج دریافت نہ کرنا اور اس مرض ہی کو ناقابلِ علاج قرار دے دینا حدیث کی روح کی نفی ہے۔ گزشتہ حدیث میں مریض اور طبیب دونوں کی ڈھارس باندھی گئی ہے کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ حضور ﷺ نے دوا کی جستجو اور اس کی تفتیش پر طبیب و مریض دونوں ہی کو ابھارا ہے اس لیے کہ مریض جب باور کر لیتا ہے کہ اس بیماری کی دوا موجود ہے تو مایوس ہی اس سے کوسوں دور ہو جاتی ہے، وہ یاس و حرماں سے نکل کر آس کے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو نبی امید کی کرن سے اس کا نفس قوی ہو جاتا ہے، تو اس کی توانائی سے مرض پر قابو پانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور جب طبیب کو اس بات کا علم ہو کہ اس مرض کی دوا موجود ہے، اس کا حصول ممکن ہے اور جستجو سے دریافت ہو جائے گی، تو طبیب کی طبیعت میں بھی شفا کی امگ پیدا ہو جاتی ہے۔

صحیح احادیث میں معالجہ کرنے کا حکم موجود ہے یہ حکم توکل کے منافی نہیں۔ جیسے بھوک کے وقت غذا کا استعمال، پیاس کے وقت مشروب کا استعمال، گرمی سے بچاؤ کے لئے ٹھنڈی چیزوں کا استعمال اور ٹھنڈک سے روک میں گرم چیزوں کا برتنا توکل کے منافی نہیں، ایسے ہی علاج معالجہ کرنا بھی توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان اسباب کے چھوڑنے سے نہ صرف توکل کی روح محروم ہوگی بلکہ حکمت الہی اور امر الہی کی بھی تکذیب ہوگی۔ ابن القیمؒ نے فرمایا:

”وفي الأحاديث الصحيحة الأمر بالتداوي، وأنه لا ينافي التوكل، كما لا ينافي دفع داء الجوع، والعطش، والحر والبرد، بأضدادها، بل لا تتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب، التي نصبها الله مقتضيات لمسبباتها، قدراً وشرعاً، وأن تعطيلها يقدر في نفس التوكل، كما يقدر في الأمر والحكمة و يضعفه من حيث يظن

معطلها أن تركها أقوى في التوكل ، فإن تركها عجزاً ينافي التوكل، الذي حقيقته اعتماد القلب على الله في حصول ما ينفع العبد، في دينه ودنياه ، ودفع ما يضره في دينه ودنياه، ولا بد مع هذا الاعتماد من مباشرة الأسباب، وإلا كان معطلاً للحكمة ، والشرع ، فلا يجعل العبد عجزه توكلًا، ولا توكله عجزاً.³²

”صحیح احادیث میں علاج معالجہ کا حکم موجود ہے، جس طرح بھوک اور پیاس دور کرنے اور سردی و گرمی سے بچنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا توکل کے منافی نہیں، اسی طرح بیماری کا علاج کرنا بھی توکل اللہ تعالیٰ کے منافی نہیں ہے، بلکہ اس وقت تک حقیقت توحید مکمل نہیں ہوتی جب تک انسان شرعاً و تقدیراً ان اسباب کو بروئے کار نہ لائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُس کی ضرورت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان اسباب کو اختیار نہ کرنا، حقیقت توکل سے پہلو تہی کرنا ہے اور یہ علاج معالجے کے حکم کو بھٹلانے اور اس کی حکمت کو تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے۔“

خلاصہ

یہ تینوں نظام اپنے اپنے زاویے سے صحت کے جامع تصور کو پیش کرتے ہیں۔

ایلوپیتھی اپنی سائنسی اور تجرباتی بنیادوں کی بنا پر دنیا میں سب سے زیادہ معتبر نظام طب ہے، مگر ہومیو پیتھی اور الیکٹرو پیتھی نے بھی انسان کو ایک روحانی و جسمانی وحدت کے طور پر دیکھنے کا قیمتی زاویہ فراہم کیا ہے۔

اگر ان تینوں نظاموں کے بہترین اصولوں کو Integrative Medicine کے طور پر یکجا کر لیا جائے تو علاج میں توازن، کم مضرات، اور بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ہومیو پیتھی، الیکٹرو پیتھی، اور ایلو پیتھی تین مختلف مگر اہم طبی نظام ہیں۔

ایلوپیتھی سائنسی بنیادوں پر تیز رفتار علاج فراہم کرتی ہے، مگر مضرات زیادہ ہیں۔ ہومیو پیتھی جسم کی قوت مدافعت کو متحرک کر کے قدرتی شفا دیتی ہے، جب کہ الیکٹرو پیتھی جسم کی برقی توانائی کو متوازن کر کے علاج کرتی ہے۔

یہ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی ایک نظام کامل نہیں؛ البتہ تینوں کے امتزاج سے ایک جامع اور انسانی فطرت کے قریب تر نظام طب تشکیل دیا جاسکتا ہے، جو روح، جسم اور ذہن — تینوں کو متوازن رکھے۔

¹ Count Cesare Mattei, *Electrohomoeopathy: A New Medical System*, trans. John Andrews (London: Reeves and Turner, 1880), 12–15.

² K. L. Gauba, *Unani Medicine: Basic Concepts* (Delhi: Lotus Press, 1997), 211.

³ Dr. Ramji Gupta, *History of Complementary and Alternative Medicine in Europe* (New Delhi: Wisdom Publications, 2011), 102–104.

⁴ allopathy. (n.d.). Collins English Dictionary - Complete & Unabridged 10th Edition. Retrieved May 28, 2016 from Dictionary.com website <http://www.dictionary.com/browse/allopathy>

⁵

[↑] "Definition – allopathy". The Free Dictionary. Farlex. Retrieved 25 October 2013. Citing: Gale Encyclopedia of Medicine (2008) and Mosby's Medical Dictionary, 8th ed

⁶ ↑ Whorton JC. (2004) *Oxford University Press US, ed. Nature Cures: The History of Alternative Medicine in America (illustrated ed.). New York: Oxford University Press. pp. 18, 52. ISBN.4-517162-19-0*

⁷ Chang Y, Brewer NT, Rinas AC, Schmitt K, Smith JS (July 2009). "Evaluating the impact of human papillomavirus vaccines". *Vaccine* 27 (32): 4355–62. [doi/10.1016/j.vaccine.2009.03.008](https://doi.org/10.1016/j.vaccine.2009.03.008) .PMID.19515467

⁸ کریم بخش، مخزن ہومیو پیتھی کورس، شاہ ولی تاجران کتب انارکلی لاہور، ج ۱ ص ۴

⁹ omeopathy. (n.d.). Dictionary.com Unabridged. Retrieved May 26, 2016 from Dictionary.com

¹⁰ Haehl, vol. 1, p.38; Dudgeon, p.48

¹¹ House of Lords Select Committee on Science & Technology. 'Complementary & Alternative Medicine.' Session 1999-2000, 6th Report. The Stationery Office, 2000

¹² حاجی کریم بخش، مخزن ہومیو پیتھی، ناشر تاجران کتب انارکلی لاہور، ص ۱۲

¹³ القرآن: ۵۱: 56

¹⁴ القرآن: ۱: ۱۹۶

¹⁵ القرآن: ۱۷: 82

¹⁶ الجامع لأحكام القرآن (تفسیر القرطبی)، ج: 10، ص: 316، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن ابی بکر بن فرح الأنصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (التوفی:

671ھ): دار الکتب المصریة - القاهرة، 1964ء

¹⁷ الرازی، فخر الدین۔ مفتاح الغیب (التفسیر الکبیر)، دار احیاء التراث العربی - بیروت - 1420 ھ، ج: 21، ص: 389

¹⁸ أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیة - بیروت، 1990ء، ج: 4، کتاب الطب، حدیث 7435

¹⁹ القرآن: ۱۲: 69

²⁰ صحیح مسلم، ج: 4، کتاب السلام، ج: 2204

²¹ الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ وأیلة (صحیح البخاری) ج: 7، ص: 122

²² سنن الترمذی، ابواب الطب، باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ، ج: 4، ص: 2038

²³ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قییم الجوزیة (التوفی: 751ھ)، مؤسسة الرسالة، بیروت - مکتبة المنار

الإسلامیة، الکویت، 1994ء، ج: 4، ص: 14

²⁴ سنن الترمذی، ج: 4، ص: 2062

²⁵ أبو حاتم، الدارمی، البستی، صحیح ابن حبان، مؤسسة الرسالة - بیروت، 1414، ج: 16، ص: 364، حدیث: 7364

²⁶ تقی الدین أبو العباس، مجموع الفتاوی، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبویة، المملكة العربية السعودية، 1995ء، ج: 18،

ص: 12

²⁷ محمد بن، صالح بن محمد العثيمين، الشرح للمتنع على زاد المستقنع، دار ابن الجوزي، 1428 هـ، ج:5، ص:233

²⁸ Resolutions And Recommendations Of The Council Of The Islamic Fiqh Academy 1985-2000 ،Page 139, Islamic Research And Training Institute Islamic Development Bank Jeddah – Kingdom of Saudi Arabia, First Edition 1421H(2000)

²⁹ أمير علاء الدين - الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، مركز بحث التحقيق دار لتفاصيل، ج:13، ص:426

³⁰ أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي، معالم السنن، كتاب الطب، من كتاب الكلى، المطبعة العلمية - حلب، 1932، ج:4، ص:217،

³¹ موطأ الإمام مالك، كتاب العين، ج:2، ص:943

³² زاد المعاد، ج:4، ص:14